وسطی و شمالی پنجاب کی دینی تعلیم کی روایت میں خانوادہ بگویہ کا کردار(1826ء-1945ء): ایک تحقیقی مطالعہ

(Role of *Bugvī* Family in Religious Education of Central and Northern Punjab (1826-1945AD): A Research Study)

امجد منیر*

ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن**

Abstract

This study aims to present the contribution of Famous *Bugvī* scholars of district Jhelum, later shifted to *Bhera,* in the tradition of religious education in central and northern Punjab during ninetieth and first half of twentieth century. It also provides an introduction to some of their disciples. It concludes that religious scholars of this family played a significant role in the dissemination of religious knowledge to the society in central and northern Punjab during the mentioned era. Their services as religious teachers are remarkable. They taught in the prominent institutions for religious studies like Madrasa *Bāzār-e-Ḥakīmān* Lahore, Madrasa *Nīla Gumbad* Lahore, Madrasa *No'mānia* Lahore, Madrasa *Anjuman Ḥimāyat-e-Islam* Lahore and Madrasa *Jāmi' Masjid Bhera* etc. They produced many renowned Islamic scholars of their time who have been playing a pivotal role in religious understandings of the region.

Keywords: *Bugvī* Family, Religious Education, Madrasas, Punjab

اللہ تعالی نے دین حنیف کی اشاعت وحفاظت کے لیے دنیا کے تمام خطوں میں صالح اور سعید بندوں سے کام لیا۔ ایسے ہی نفوس قدسیہ میں خاندان بگویہ کے علماو مشائخ بھی شامل ہیں، جو قریباً ستر ہویں صدی عیسوی سے خطہ پنجاب میں مصروف عمل ہیں۔ یہ بزرگ

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

** چیئرمین/پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

طبقہ امرا اور شاہی دربار سے ہمیشہ دور رہے اور اپنا نشیمن مسجد، مکتب اور خانقاہ کو بنایا۔ انھوں نے پنجاب کے مختلف علاقوں میں تعلیم و تدریس کے ذریعے علما و صلحا کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جس نے اشاعت دین اور اصلاح عامہ کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ زیر نظر مضمون انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے وسطی وشمالی پنجاب کی دینی تعلیمی روایت میں علماے بگہ کے حصہ اور ان کے چند نامور تلامذہ کے تعارف پر مبنی ہے تاکہ اس عدم توجہ کا مداوہ ہوسکے جو تاریخ میں ان کے ساتھ برتی گئی۔

بگوی کہلانے کی وجہ تسمیہ

خانوادۂ بگویہ کا سلسلہ نسب صحابیِ رسول حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ہشام سے ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک فرد محمد ہاشم بن عبداللہ نے سترھویں صدی عیسوی میں برصغیر ہجرت کرکے دریاے جہلم کے دائیں کنارے سکونت اختیار کی۔ گاؤں کا نام بگہ (ضلع جہلم) تھا جس کی نسبت سے ہی اس خاندان کے افراد "بگوی" کہلاتے ہیں۔ بعدازاں یہ خاندان بگہ سے بھیرہ منتقل ہوگیا، مگر اس کے افراد اپنے نام کے ساتھ بگوی ہی لکھتے رہے۔[1] اس خاندان کو زیادہ شہرت دو بزرگوں حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی (م1273ھ) اور حضرت مولانا مفتی احمد الدین بگوی (م1286ھ) سے ملی جنھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1762ء) کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ، دہلی سے تحصیل علم کیا اور پنجاب واپس آکر لاہور، بگہ اور بھیرہ میں علمی مراکز قائم کیے۔ پنجاب کے نامور علما نے ان سے کسب فیض کیا۔[2] بقول صاحب حدائق الحنفیہ: پنجاب میں فروغ علم جتنا ان دو بھائیوں کے ذریعے ہوا کسی دوسرے سے نہیں ہوا۔ پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے بہرہ نہ ہوگا۔[3]

علمائے بگہ کی لاہور میں تعلیمی وتدریسی سرگرمیاں

علمائے بگہ میں سے مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی، مولانا مفتی احمد الدین بگوی، مولانا مفتی غلام محمد بگوی (م1318ھ/1900ء)، پروفیسر مولانا محمد شفیق بگوی (م1357ھ/1938ء) اور مولانا محمد ذاکر بگوی (م1334ھ/1916ء) نے لاہور کے مختلف دینی تعلیمی اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ یہ ادارے اپنے دور میں دینی تعلیم کے بنیادی اور بہترین اداروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان میں فقیر خاندان کے زیر تولیت بازار حکیماں کی لال مسجد کا مدرسہ، مسجد نیلا گنبد کا مدرسہ رحیمیہ، انجمن نعمانیہ کا مدرسہ نعمانیہ اور انجمن حمایت اسلام کا مدرسہ حمیدیہ شامل ہیں۔ مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی نے تحصیل علم کی خاطر تقریباً بارہ برس دہلی میں قیام کیا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م1239ھ) بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی اور 1241ھ/1826ء میں واپس بگہ شریف تشریف لائے۔ قیامِ دہلی کے دوران والد ماجد کا انتقال ہوچکا تھا، چنانچہ آپ ان کی جگہ مسند درس وارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ کی علمی وجاہت اور علم حدیث میں مہارت کی وجہ سے دور دور سے طلبا حاضر ہونے لگے۔ آپ کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ بگہ شریف کا چھوٹا سا گاؤں اس قدر وسیع دائرۂ عمل کے لیے کافی نہ تھا۔ مہاراجہ

---

[1] مولانا ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، مشمولہ: تذکار بگویہ از صاحبزادہ انوار احمد بگوی (بھیرہ: مجلس حزب الانصار، س۔ن)، 4: 521-530۔

[2] سید محمد حسین بدایونی، تذکرہ علماے ہندوستان (1897ء)، تحقیق: ڈاکٹر خوشتر نورانی (لاہور: دارالنعمان پبلشرز، 2018ء)، 91-92، 294۔

[3] مولوی فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، ترتیب وحواشی: خورشید احمد خان (لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن)، 504۔

رنجیت سنگھ کے وزیر فقیر عزیزالدین بگہ شریف میں حاضر ہوئے اور لاہور سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فقیر عزیز الدین مرحوم کی مخلصانہ درخواست کو قبول کیا اور بگہ شریف کی مسند اپنے چھوٹے بھائی مولانا احمد الدین بگوی کے حوالے کرکے لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں بازارِ حکیماں کی لال مسجد جو کہ فقیر خاندان کے زیرِ تولیت تھی، میں بیس سال تک علم حدیث کا درس دیا۔ فقیر عزیزالدین نے فقیر خانہ تعمیر کروایا جس میں طلباء کی رہایش و دیگر ضروریات کا عمدہ انتظام کیا۔ سینکڑوں علماو طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔[4] پنجاب کے علما کو علم حدیث سے زیادہ رغبت نہ تھی، ان کا رُجحان فقہ اور تصوف کی طرف زیادہ تھا۔ سب سے پہلے آپ نے پنجاب میں علم حدیث کی اشاعت کی۔ آپ کے حلقۂ درس میں کابل، پنجاب، بنگال، دہلی، راجپوتانہ، سندھ، عرب کے سیکڑوں طلبہ موجود رہتے تھے۔ پنجاب میں علم حدیث کی اشاعت جس قدر آپ اور آپ کے بھائی مولانا احمد الدین بگوی کے ذریعے ہوئی کسی دوسرے سے نہیں ہوئی۔[5] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے مطابق مولانا کی درس گاہ علم حدیث کی تدریس کا بہت بڑا ادارہ تھا۔ پنجاب کی شاید ہی کوئی علمی درس گاہ ہو جس میں اس مکتب حدیث کا فارغ عالم دین نہ پڑھا رہا ہو۔[6] آپ کے تلامذہ نے ملک کے طول وعرض میں پھیل کر مسلمانوں میں بیداری پیدا کی۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا نورالدین نقشبندی (چکوڑی شریف)، مولانا غلام رسول قلعوی (قلعہ میاں سنگھ)، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا حکیم تاج محمود مزاروی، مولانا غلام العلی قصوری، مولانا شمس الدین وزیر آبادی، مولانا زین العابدین چنیوٹی، مولانا شاہ محمد فیروزپوری، مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری، مولانا نور احمد نقشبندی چنیوٹی، مولانا غلام محمد بگوی اور مولانا عبدالعزیز بگوی شامل ہیں۔[7]

مولانا غلام محی الدین بگوی کے برادرِ اصغر مولانا مفتی احمد الدین بگوی نے بھی دہلی میں اپنے بھائی کے ہمراہ شاہ محمد اسحاق دہلوی (م 1262ھ) سے علم حدیث پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق:

> الشیخ الفاضل احمد الدین بن نور حیات بن محمد سفارش الحنفی البگوی احد العلماء المبرزین فی الفقه والحدیث . . . ثم اسند الحدیث عن الشیخ اسحاق بن افضل الدهلوی سبط الشیخ عبدالعزیز (الدهلوی)۔[8]

دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر آپ نے اپنے برادر اکبر کے ہمراہ پنجاب میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ 1852ء میں آپ لاہور میں نیلا گنبد کے ساتھ ملحقہ مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ مسجد کا اہتمام وانصرام شہر کے مشہور تاجر میاں رحیم بخش سوداگر اور

---

[4] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2014ء)، 150؛ ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 526-527؛ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1981ء)، 2:504۔

[5] ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 527۔

[6] پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور (لاہور: مکتبہ نبویہ، 1987ء)، 147۔

[7] ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 527؛ ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، تذکارِ بگویہ (بھیرہ: مجلس حزب الانصار، 2007ء)، 1:77؛ 3: 749-751۔

[8] علامہ سید عبدالحئ لکھنوی، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، (بیروت: دار ابن حزم، 1420ھ)، 909۔

سوداگران دہلی کے ذمہ تھا۔ آپ نے مسجد میں طالبانِ علومِ دینیہ کے لیے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا نور احمد چشتی، مصنف "تحقیقاتِ چشتی" کے مطابق تیس سے چالیس طالب علم اس درس میں پڑھتے تھے۔[9] انگریز کی عملداری میں بادشاہی مسجد لاہور کی بحالی کے بعد آپ اس کے پہلے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ اس دوران فتاویٰ اور دینی اُمور میں راہنمائی کے لیے ملک بھر کے علما و طلبہ آپ سے رجوع کرتے۔ آپ اپنے طلبہ کے لیے بے حد شفیق اور مہربان تھے۔ چونکہ خود فاضل اور مستند حکیم تھے، اس لیے طلبہ کے علاج معالجے پر خود توجہ دیتے تھے۔[10] آپ کے تلامذہ میں مولانا غلام رسول قلعوی (قلعہ میہاں سنگھ)، مولانا نور الدین نقشبندی (چکوڑی شریف)، مولانا زین العابدین چنیوٹی، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا کرم الٰہی بھیروی، حکیم مولوی تاج محمود مزاروی، مولانا سلطان محمود (کٹھیالہ شیخاں)، حکیم مولوی اللہ دین شیخ پوری، مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری، مولانا غلام العلی قصوری، حکیم مولوی فضل احمد، حکیم میاں شیخ احمد (راولپنڈی)، مولانا محمد بخش جلال پوری، مولانا شمس الدین وزیر آبادی، مولانا شاہ محمد فیروز پوری، مولانا نور احمد چنیوٹی، مولانا غلام محمد بگوی، مولانا عبدالعزیز بگوی، حکیم نور الدین (پہلا قادیانی خلیفہ) وغیرہ شامل ہیں۔[11]

آپ کے تدریسی معمولات کچھ اس طرح تھے کہ بعد نمازِ فجر تفسیر و حدیث کا درس ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہتا۔ دوپہر کو آپ قیلولہ کرتے۔ نمازِ ظہر مثلِ اوّل میں ادا کرنے کے بعد درس و تدریس کا کام دوبارہ شروع ہو جاتا اور نمازِ عصر تک جاری رہتا۔ نمازِ عصر کے بعد سیر و تفریح کے لیے گاؤں یا شہر سے باہر تشریف لے جاتے۔ طلبہ کتابیں لیے ہمراہ ہوتے اور یوں درسی گفت گو کا سلسلہ جاری رہتا۔ سردیوں میں نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد بھی نمازِ عشا تک تعلیم و تعلّم کا کام جاری رہتا۔[12]

مولانا مفتی غلام محمد بگوی، مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی کے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ اپنے چچا جان مولانا مفتی احمد الدین بگوی (خطیب و امام بادشاہی مسجد لاہور) کی وفات کے بعد 1869ء میں بادشاہی مسجد لاہور کے امام و خطیب مقرر ہوئے اور اپنی وفات 1900ء تک متواتر تیس سال فرائض سرانجام دیتے رہے۔[13] کنہیالال "تاریخ لاہور" میں علما و فضلا کے ذکر کے تحت لکھتے ہیں: "چوتھا خاندان مولوی بگے والے کا ہے۔ یہ خاندان بھی سکھی عہد میں درس پڑھاتا تھا۔ اب بھی مولوی غلام محمد بادشاہی عالمگیری مسجد کا امام ہے۔"[14] بادشاہی مسجد لاہور میں بحیثیت امام و خطیب تقرری کے دوران آپ انجمن اسلامیہ لاہور اور انجمن نعمانیہ لاہور کی تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ آپ انجمن اسلامیہ لاہور کے اعزازی رُکن تھے، جب کہ انجمن نعمانیہ کے صدرِ اوّل

---

[9] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، 906-908۔

[10] جہلمی، حدائق الحنفیہ، 504؛ فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، 152۔

[11] محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت پنجاب، (لاہور: دار الکتاب، 2009ء)، 1: 57-58؛ ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 534؛ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 3: 749-751۔

[12] ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 533-534۔

[13] فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، 219؛ ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 540۔

[14] کنہیالال، تاریخ لاہور، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1990ء)، 54۔

رہے۔انجمن نعمانیہ کے زیرِاہتمام مدرسہ نعمانیہ میں طویل عرصہ تک بطور مدرس اور صدر مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس دوران کثیر علماو طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا جن میں مولانا محمد عالم آسی امرت سری، مولانا نبی بخش حلوائی، مولانا محمد ذاکر بگوی، مولانا پروفیسر محمد شفیق بگوی (سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور)، مولانا احمد الدین حنفی لاہوری اور مولانا غلام حسین سیالکوٹی شامل ہیں۔[15]

پروفیسر مولانا محمد شفیق بگوی حضرت مولانا غلام محمد بگوی کے فرزند تھے۔آپ ایک روشن خیال عالم اور بیدار مغز معلم تھے۔اعلیٰ دینی تعلیم کے ساتھ علوم مروجہ اور انگریزی میں بھی دسترس رکھتے تھے۔1900ء میں والد ماجد کے انتقال پر بادشاہی مسجد لاہور کا انتظام وانصرام کرنے والی انجمن اسلامیہ لاہور نے آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کا امام وخطیب مقرر کیا۔یوں انگریز کی عملداری میں بادشاہی مسجد کی بحالی کے بعد آپ تیسرے بگوی عالم تھے، جو اس منصب پر فائز ہوئے۔سرکاری جیلوں میں مسلمان قیدی بڑی تعداد میں موجود تھے۔حکومت پنجاب نے محسوس کیا کہ ان مجرموں کی اصلاح اور اخلاقی تربیت کے لیے کسی مقتدر عالم دین کا وعظ ونصیحت اچھے اثرات پیدا کرے گا۔چنانچہ حکومت کی فرمایش پر آپ سینٹرل جیل لاہور جایا کرتے تھے اور وہاں پر محبوس مجرموں اور ملزموں کو پند ونصیحت کرتے تھے۔آپ کی تبلیغی کوششوں کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بہت سارے جرائم پیشہ لوگ اصلاح پذیر اور توبہ تائب ہوئے۔اسی طرح چیفس کالج جو اب ایچی سن کالج لاہور کہلاتا ہے، آپ وہاں مسلمان طلبہ کو عربی ودینیات کی تعلیم دیتے تھے۔[16]

مولانا محمد ذاکر بگوی، حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے چار نامور بیٹوں میں سب سے بڑے تھے۔آپ کے اساتذہ کرام میں والد ماجد وچچا محترم حضرت مولانا غلام محمد بگوی کے علاوہ شمس العلماء علامہ عبداللہ ٹونکی اور علامہ فیض الحسن سہارن پوری شامل ہیں۔1904ء میں خواجہ محمد دین ثانی سیالوی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور خلعت خلافت حاصل کی۔[17] تعلیم سے فراغت کے بعد بھیرہ شریف میں اپنے والد ماجد کے مدرسہ میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔دو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اور طلبہ آپ سے منطق، فلسفہ، تفسیر، حدیث اور فقہ میں استفادہ کرتے رہے۔بعد ازاں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے قائم کردہ مدرسہ حمیدیہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور سالہاسال تک مولوی فاضل کے طلبہ کو پڑھاتے رہے۔آپ نہایت قابل اور محنتی مدرس تھے۔جلد ہی شہرتِ تدریس دور دور تک پھیل گئی اور طالبانِ علم جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔آپ سے کثیر تعداد میں طالبانِ علم نے استفادہ کیا۔چند نامور تلامذہ اور متوسلین کے نام یہ ہیں: مولانا محمد بخش مسلم، لاہور، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، مولانا نبی بخش حلوائی (مصنف تفسیر نبوی ۱۵جلدیں بزبان پنجابی)، مولانا غلام مرشد (سابق خطیب بادشاہی مسجد، لاہور)، صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی بن خواجہ محمد دین ثانی

---

[15] پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور (لاہور: انجمن نعمانیہ، 2012ء)، 20؛ انوار احمد بگوی، علماء ومشائخ بگویہ (اجمالی تذکرہ)، مشمولہ: ماہنامہ شمس الاسلام، مدیر: صاحبزادہ ابرار احمد بگوی (بھیرہ: مجلس حزب الانصار، اپریل 1983ء)، شمارہ: 3، ج: 57، ص: 8؛ فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، 220۔

[16] اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1981ء)، 2: 689؛ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 1: 207-209۔

[17] علامہ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت (لاہور: مکتبہ قادریہ، 1976ء)، 1: 468؛ حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (کراچی: انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، 2010ء)، 2: 217-225؛ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، 2: 665۔

سیالوی، میاں احمد علی (سجادہ نشین حضرت شاہ گدا، لاہور)، مولانا مرزا محمد نذیر عرشی (مصنف تحفہ سعدیہ، مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم، 20 جلدیں وغیرہ)، مولانا غلام دستگیر خان بیجنود جالندھری (مصنف برکات سیال، محبوب سیال، محشرستان خیال وغیرہ)، مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگوی، لاہور، مولانا نور محمد لاہوری، مولانا حکیم غلام احمد میانوی (میانی، ضلع سرگودھا)، مولانا محمد سعید زین پوری (مصنف جذبات سعید)، پروفیسر مولوی حسن الدین (اورینٹل کالج، لاہور)، محرم علی چشتی ایڈووکیٹ (مدیر "رفیق ہند"، لاہور)، میاں امیر الدین (صدر انجمن حمایت اسلام، لاہور)، مولانا صلاح الدین احمد (سابق مدیر "ادبی دنیا"، لاہور)، پروفیسر خواجہ دل محمد (سابق پرنسپل، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، لاہور)، جناب عبدالقادر (سابق گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان)، ڈاکٹر غلام محی الدین (سابق رجسٹرار، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)، ڈاکٹر فیروز الدین (لدھیانہ، پنجاب)، خلیفہ عمر دین (ڈائریکٹر محکمہ تعلیم، لاہور)، حکیم مولوی سلطان حبیب قادری (پنڈ دادنخان)، مفتی محمد زین العابدین (پاکستان ریلوے، لاہور)، مولوی شیخ عبدالحق جالندھری (اوکاڑہ)، مولانا محمد یحیٰ بگوی (بھیرہ)، مولانا محمد نصیر الدین بگوی (بھیرہ)، مولانا ظہور احمد بگوی (بھیرہ) وغیرہ۔[18]

علمائے بگہ میں سے مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی (م1273ھ)، مولانا مفتی احمد الدین بگوی (م1286ھ)، مولانا مفتی غلام محمد بگوی (م1318ھ/1900ء)، مولانا محمد شفیق (م1357ھ/1938ء) اور مولانا محمد ذاکر بگوی (م1334ھ/1916ء) نے لاہور کے مختلف دینی تعلیمی اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ یہ ادارے اپنے دور میں دینی تعلیم کے بنیادی اور بہترین اداروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان میں بازار حکیماں کی لال مسجد کا مدرسہ، مسجد نیلا گنبد کا مدرسہ رحیمیہ، انجمن نعمانیہ کا مدرسہ نعمانیہ اور انجمن حمایت اسلام کا مدرسہ حمیدیہ شامل ہیں۔ ان اداروں میں پنجاب کے معروف علماء کرام نے علمائے بگہ سے کسب فیض کیا۔

بھیرہ و دیگر علاقوں میں تعلیمی خدمات

1860ء میں مولانا احمد الدین بگوی لاہور سے بھیرہ شریف تشریف لے گئے، اور شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ ایک تاریخی مسجد کی بحالی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ مسجد کی بحالی کے بعد آپ نے وہاں باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور آج تک یہی مسجد "شیر شاہی بگویہ" خاندانِ بگویہ کے وعظ و ارشاد اور درس و تدریس کا مرکز چلی آرہی ہے۔[19] مولانا عبدالعزیز بگوی حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی، بانی خانقاہ چشتیہ سیال شریف کے شاگرد اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے عم مکرم حضرت مولانا احمد الدین بگوی نے آپ کو اپنی زندگی میں ہی جامع مسجد شیر شاہی بھیرہ میں اپنا قائم مقام قرار دے دیا تھا اور اپنی مسند پر بٹھا کر درس و تدریس کا حکم دیا۔ چچا جان کے انتقال کے بعد آپ نے بھیرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور درس و تدریس کو باقاعدہ مدرسہ کی شکل دی۔ آپ کے زیر نگرانی دار العلوم جامع مسجد بھیرہ میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور حضرت مولانا غلام رسول چاوی جیسے بے نظیر علمائے دین بطور مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ہزاروں طالبانِ علومِ دینیہ اس عظیم

---

[18] اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، 2:665؛ شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، 1:468؛ مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، 2 :230-232؛ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 1:293؛ 3: 749-753۔

[19] رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت پنجاب، 1 :55۔

الشان درس گاہ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ نے تمام عمر بھیرہ میں اپنے سلسلۂ درس کو جاری رکھا۔[20] مولانا محمد یحییٰ بگوی حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ مدرسہ حمیدیہ لاہور سے فارغ التحصیل تھے اور 1900ء میں جامعہ پنجاب لاہور سے اعلیٰ درجہ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے فراغت کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول پسرور میں عربی اور دینیات کے مدرس تعینات ہوئے، لیکن جلد ہی سروس کو خیر باد کہہ کر مدرسہ حمیدیہ لاہور میں مدرس مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ عماد الدین مرحوم نے اسلامیہ ہائی سکول شیر اں والا گیٹ میں بطور مدرس تقرری کر دی۔ دسمبر 1906ء تک یہیں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی تقرری گورنمنٹ ہائی سکول منٹگمری (ساہیوال) ہو گئی۔ 1908ء کے اوائل میں گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں تبادلہ کروالیا تاکہ والد گرامی کی خدمت سرانجام دے سکیں۔ 1918ء میں آپ کا تبادلہ گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا ہو گیا۔ 1928ء تک سرگودھا رہے، پھر تبادلہ کے بعد بھیرہ آ گئے اور اپنی ریٹائرمنٹ تک یہیں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ چونکہ آپ کے برادر اکبر مولانا محمد ذاکر بگوی (صدر مدرس مدرسہ حمیدیہ) لاہور میں قیام پذیر تھے، اس لیے اُنھوں نے آپ کو والد ماجد کا جانشین اور جامع مسجد شیر شاہی بھیرہ کا متولی مقرر کر دیا۔ آپ کے زیر اہتمام مدرسہ جامع مسجد بھیرہ میں سیکڑوں طلبہ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔[21] مولانا محمد نصیر الدین بگوی حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے تیسرے بیٹے تھے۔ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف اور مدرسہ حمیدیہ لاہور سے تعلیم حاصل کی اور جامعہ پنجاب لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان نہایت اعلیٰ درجہ میں پاس کیا 1338ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور وہاں صحاح ستہ اور دیگر کتبِ حدیث کی سند مولانا شاہ بدر الدین سے حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی اور فیصل آباد اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مختلف اسکولوں میں تعینات رہے۔ اس عرصہ میں آپ جہاں بھی تعینات رہے وہاں کے مسلمانوں میں دینی حمیت اور مذہبی بیداری پیدا کی۔ بہترین واعظ، مبلغ اور مدرس تھے۔ سمندری میں آپ نے مسلمانوں کی تبلیغ واصلاح کے لیے انجمن اسلامیہ قائم کی جس کے تحت دینی مدارس قائم کیے جاتے تھے اور مذہبی جلسوں کا انعقاد کیا جاتا تھا۔ انجمن اسلامیہ سمندری کے زیر اہتمام مدرسہ نعمانیہ سے سیکڑوں طلبہ نے دینی تعلیم حاصل کی۔[22] یوں ضلع فیصل آباد آپ کی تبلیغی و تعلیمی اور روحانی واصلاحی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ ویران مساجد آباد ہوئیں، ہزارہا افراد آپ کی توجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور کئی ایک نے اپنی زندگی کی اصلاح پائی۔[23] آپ کے معمولات زندگی کچھ یوں تھے کہ طلوعِ فجر سے قبل بیدار ہوتے اور نمازِ تہجد وذکر اذکار کا اہتمام کرتے۔ اس کے بعد کتب حدیث و تفسیر کا مطالعہ کرتے۔ بعد نمازِ فجر قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور دقائق واسرار اس خوبی اور شرح وبسط کے

---

[20] حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (لاہور: ادارہ تعلیمات اسلاف، 1997ء)، 1: 77-80؛ ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 545۔

[21] انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 1: 325-326؛ حاجی محمد مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (دینہ: بزم شیخ الاسلام، 2005ء)، 3: 772-773۔

[22] اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، 2: 774؛ ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 560؛ انوار احمد بگوی، علماء ومشائخ بگویہ (اجمالی تذکرہ)، مشمولہ: شمس الاسلام، اپریل 1983ء، 522-523۔

[23] محمد نذیر رانجھا، تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، (لاہور: جمعیت پبلی کیشنز، 2003ء)، 167۔

ساتھ بیان کرتے کہ سامعین کو کامل تسلی ہو جاتی۔ آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ، لائل پور، جڑانوالہ اور سمندری کے لوگوں میں قرآن مجید کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔ ابتدا میں آپ کی ناراضی کے ڈر سے لوگوں کو درس میں بیٹھنا پڑتا تھا۔ چند دنوں کے بعد ان لوگوں کو قرآن مجید کے اسرار و معانی کی حلاوت آپ کے درس میں کھینچ لاتی تھی۔ قرآن مجید کے درس کے بعد آپ طالبانِ علومِ دینیہ کو فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ بعد ازاں ہائی سکول تشریف لے جاتے۔ سکول سے فارغ ہو کر نمازِ ظہر کے بعد حدیث شریف کا درس ہوتا تھا۔ بعد ازاں طلبہ کو متفرق اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ رخصتوں کے ایام میں اکثر دیہاتی علاقوں میں بغرضِ تبلیغ تشریف لے جاتے۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے دیہاتوں میں روزانہ دورہ کرنے کا معمول بنالیا تھا۔ علاقہ سمندری میں سکھوں کا زور تھا اس لیے دیہات میں اسلامی بیداری نہ تھی۔ نماز ظہر کے بعد گھر سے کھانا کھا کر گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور نمازِ عشا کے بعد واپسی ہوتی۔ بعض اوقات آپ کا یہ تبلیغی سفر تیس میل سے بھی زیادہ ہو جاتا۔ کھانا ہمیشہ گھر واپس آکر کھاتے تاکہ کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ فرمایا کرتے تھے: میں نے ملازمت کو تبلیغ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ملازمت کی وجہ سے فکر معاش سے آزاد ہوں اور لوگوں کے جود وعطا سے بے نیاز ہو کر شب و روز خدمت دینی میں مستغرق ہوں۔ ایک علاقہ کے لوگوں کی جب اصلاح ہو جاتی ہے تو خداوند کریم کے حکم سے میرا تبادلہ کسی دوسری جگہ ہو جاتا ہے۔ دراصل خداوندِ کریم مجھ سے ہر جگہ کام لینا چاہتے ہیں۔ اب تمام ضلع کا دورہ کر چکا ہوں اس لیے سمندری میں زیادہ قیام کرنے کا موقع ملا ہے۔[24]

مولانا ظہور احمد بگوی حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میٹرک تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف حاضر ہوئے اور وہاں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری سے تکمیل علوم دینیہ کی۔ علامہ اجمیری اُن دنوں وہاں مدرسِ اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ دین کی ترویج واشاعت اور مسلمانوں کی تعلیم واصلاح مولانا ظہور احمد بگوی کی زندگی کا اوّلین مقصد تھا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے 21 جمادی الاوّل 1348ھ/5 نومبر 1929ء کو آپ نے چند درد مند احباب کے ساتھ مل کر جامع مسجد شیر شاہی، بھیرہ میں "کل ہند مجلس مرکزیہ حزب الانصار" کی بنیاد رکھی اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں اس تنظیم کی شاخیں قائم کیں۔ ان شاخوں کے تحت شعبہ حفظ و ناظرہ اور درسِ نظامی کی تدریس کے لیے پورے علاقہ میں مدارس قائم کیے۔[25] حزب الانصار کے تاسیسی مقاصد میں ایک علومِ دینیہ کی تعلیم واشاعت بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے تشکیل جماعت کے بعد سب سے پہلے جامع مسجد بھیرہ میں اپنے اسلاف کے قائم کردہ دار العلوم کی تجدید، توسیع اور ترقی کے لیے ضروری اقدامات کیے۔ بھیرہ کا یہ مدرسہ پہلے مختلف ناموں سے پکارا اور پہچانا جاتا تھا، آپ نے اس کا باقاعدہ اور سرکاری نام اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کی نسبت سے دار العلوم عزیزیہ رکھا۔ اسے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس میں قابل قدر تعلیمی، نصابی اور عماراتی اضافے کیے۔ مجلس حزب الانصار کے تعاون سے دار لعلوم کے نظام میں جامعیت اور وسعت پیدا کی۔ متعدد مقامات پر دار العلوم کی شاخیں قائم کی گئیں۔ علوم وفنون کی تدریس کے لیے وقت کے مایہ ناز اہل علم اور مشہور اساتذہ کی

[24] ظہور احمد بگوی، تذکرہ مشائخ بگویہ، 562-563۔

[25] مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، 3: 778-784؛ رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت پنجاب، 1: 205-208۔

خدمات حاصل کیں۔ طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے شاندار کتب خانہ، دارالمطالعہ اور اعلیٰ ماحول فراہم کیا۔ آپ کے دور میں اس ادارے نے پنجاب کے دینی وعلمی اداروں میں قابل قدر مقام حاصل کیا۔[26] مولانا عبدالحمید کٹھیالوی، مولانا محمد دین بدھوی، علامہ رحمت اللہ ارشد (سابق قائد حزب اختلاف، پنجاب اسمبلی)، مولانا فتح محمد، مولانا غلام اللہ خان (مصنف تفسیر جواہر القرآن)، مولانا محمد قاسم بالاکوٹی، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا خواجہ خان محمد (سجادہ نشین خانقاہ کندیاں شریف)، مولانا افتخار احمد بگوی، مولانا غلام یسین (فاضل جامعہ امینیہ دہلی)، مولانا سکندر علی ہزاروی، مولانا محمد حسین شوق بیپلانوی، مولانا محمد عظیم ندوی، مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل، شیخ الحدیث مولانا خدا بخش دہلوی، مولانا شاہ غلام محی الدین سلطان پوری، مولانا محمد ذاکر شاہ، مولانا سید حسین الدین شاہ سلطان پوری، مولانا فضل کریم گوندل، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا سید محمد شفیع اللہ، مولانا غریب اللہ (صوابی) اور مولانا محمد اسلم رضوی جیسے قابل مدرسین دارالعلوم کے ساتھ منسلک رہے۔ دارالعلوم کے نامور تلامذہ میں مولانا خواجہ خان محمد (سجادہ نشین خانقاہ کندیاں شریف)، مولانا افتخار احمد بگوی، مولانا حکیم برکات احمد بگوی، مولانا محمد رمضان علوی، مولانا عبدالمنان دہلوی، مولانا حافظ منظور احمد لائل پوری، مولانا قاضی مظہر حسین (خلیفہ مولانا سید حسین احمد مدنی)، مولانا پیر سید محمد شاہ نقشبندی، مولانا پیر سید شمس الامیر گیلانی، مولانا سید حسین الدین شاہ سلطان پوری، مولانا غلام دستگیر جہلمی، مولانا محمد عظیم بدر، مولانا حسن المرتضی خاور، مولانا حافظ محمد اسلم رضوی، مولانا محمد ذاکر شاہ، شیخ الحدیث مولانا سید حسن الدین ہاشمی (دارالعلوم حزب الاحناف لاہور)، مولانا حافظ سعید الرحمٰن علوی، مولانا عزیز الرحمٰن خورشید، مولانا غلام جیلانی ہزاروی، مولانا محمد شعاع الدین جہلمی اور مولانا حکیم برکات احمد بگوی شامل ہیں۔[27] دارالعلوم عزیزیہ کے مختلف ادوار، نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم اور معروف اساتذہ وطلباء کے بارے میں تفصیلی گفت گو الگ بحث کی متقاضی ہے۔

علمائے بگہ کے چند نامور تلامذہ

ذیل میں علمائے بگہ کے چند نامور تلامذہ کا تعارف پیش خدمت ہے:

مولانا حافظ محمد نورالدین فاروقی نقشبندی (چکوڑی شریف)

آپ حضرت مولانا غلام رسول فاروقی کے گھر ٹھیکریاں شریف (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی اور نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اعلیٰ دینی علوم کی تحصیل کے لیے لاہور تشریف لے گئے اور مدرسہ بازارِ حکیماں میں مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ یہاں سے فارغ ہو کر دہلی کا رُخ کیا اور وہاں پر علامہ مفتی صدر الدین آزردہ سے تکمیل علوم کی۔ وہاں سے دستارِ فضیلت حاصل کر کے واپس پنجاب تشریف لائے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف روحانی پیشوا خواجہ غلام محی الدین دائم الحضوری قصوری سے سلوک کی منازل طے کیں اور خلافت سے بہرہ مند ہوئے۔ عقیدت

---

[26] انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 1: 761-762؛ 2: 162۔

[27] ماہنامہ شمس الاسلام، مدیر: صاحبزادہ ابرار احمد بگوی، (بھیرہ: مجلس حزب الانصار، اپریل 1983ء)، شمارہ: 3، ج: 57، ص: 57-58؛ انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 1: 576؛ 2: 192۔

منڈوں کے اصرار پر چکوڑی شریف تشریف لائے اور اسی گاؤں کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنالیا۔ یہاں آکر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو بہت جلد ایک عظیم درس گاہ کی شکل اختیار کرگیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں شمس العلماء پروفیسر علامہ عبدالحکیم کلانوری، مولانا شیخ محمد عبداللہ آف چک عمر اور آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد امین (چکوڑی شریف) شامل ہیں۔ 1302ھ میں وفات پائی اور چکوڑی شریف (گجرات) میں مدفون ہیں۔[28]

مولانا غلام رسول قلعوی (قلعہ میاں سنگھ)

آپ 1228ھ/1813ء میں کوٹ بھونی داس، ضلع گوجرانوالہ میں مولانا رحیم بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ پہلے بازار حکیماں کی لال مسجد (اندرون بھاٹی گیٹ، لاہور) میں مولانا غلام محی الدین بگوی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بگہ شریف (ضلع جہلم) حاضر ہوئے اور مولانا غلام محی الدین بگوی کے برادرِ اصغر مولانا احمد الدین بگوی سے تمام باقی ماندہ مروجہ درسی کتب پڑھیں۔ لاہور اور بگہ شریف میں آپ نے محدث بگوی برادران سے تقریباً آٹھ سال تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی میں مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے علم حدیث پڑھا۔ تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے خاندان کے ساتھ قلعہ میاں سنگھ (گوجرانوالہ) میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ نے حضرت اخوند سید امیر (صوابی) جو کہ سید احمد بریلوی شہید کے فیض یافتہ تھے، سے بیعت کی۔ آپ 1872ء میں حج بیت اللہ کے لیے گئے تو مدینہ منورہ میں شاہ عبدالغنی مجددی بن شاہ ابوسعید مجددی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث حاصل کی۔ حضرت شاہ عبدالغنی حضرت مجدد الف ثانی کے اخلاف میں سے تھے۔ مولانا غلام رسول نہایت خوش الحان واعظ و مبلغ تھے۔ آپ کے مواعظِ حسنہ سے ہزاروں مسلمانوں کی اصلاح ہوئی اور سیکڑوں غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ نے 15 محرم الحرام 1291ھ/4 مارچ 1874ء میں وفات پائی۔[29]

مولانا نور احمد نقشبندی چنیوٹی

آپ اپنے عہد کے نامور عالم، جنگ آزادی کے مجاہد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ 1220ھ میں موضع موسیٰ چوہیاں، تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں اپنے والد محترم مولانا گل احمد سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اپنے جد حضرت مولانا فضل الدین سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیے۔ پانچ برس تک حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی سے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تحصیل کی۔ علامہ بگوی سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد حضرت سید امام علی شاہ نقشبندی، مکان شریف ضلع گورداس پور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں پانچ سال رہ کر تزکیہ نفس کے لیے ریاضت و مجاہدہ کیا۔ آپ کے مرشد نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا اور تبلیغ اسلام کے لیے چنیوٹ شہر جانے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ چنیوٹ رہ کر آپ مشہور پیشوائے طریقت حضرت صوفی اخوند سید امیر اور حضرت سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں سے مراتبِ تصوف طے کیے۔ واپس چنیوٹ آکر محلّہ ریختی میں قیام فرمایا اور مسجد لوہارانوالی کو سرچشمۂ فیض بنایا۔ اس مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جس سے کثیر

---

[28] صاحبزادہ فخر الامین فاروقی، ذکرِ نور (گجرات: خانقاہ چکوڑی شریف، س ن)، 65-108۔

[29] محمد اسحٰق بھٹی، تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی (گوجرانوالہ: مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی، 2012ء)، 76-478۔

تعداد میں طالبانِ علم نے استفادہ کیا۔ آپ نے 1857ء کی جنگ آزادی میں بھرپور شرکت کی۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں مثنوی ناز و نیاز (فارسی)، ساقی نامہ (فارسی)، توحید نامہ (فارسی)، عشق نامہ (فارسی) اور پنج گنج (پنجابی) بہت مشہور ہیں۔ 15 شعبان المعظم 1299ھ بروز جمعہ وفات پائی اور قبرستان حافظ دیوان، چنیوٹ میں سپردِ خاک ہوئے۔[30]

مولانا غلام العلی قصوری ثم امرت سری

آپ 1826ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مخدوم حافظ غلام مرتضیٰ قصوری جو کہ سید وارث شاہ (مصنف ہیر) اور بابا بلھے شاہ کے استاد تھے، کی اولاد میں سے تھے اور مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہم زلف تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا حافظ محمد داؤد اور قصور کے دیگر فضلا سے حاصل کی۔ شروع سے ہی آپ کی طبیعت پیری مریدی سے بیزار تھی۔ چنانچہ فیروزپور جاکر مسلمان فوجیوں کی امامت کے فرائض سرانجام دینے پر مامور ہو گئے۔ فوج کی ملازمت اختیار کیے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ کو تکمیل علوم دینیہ کا خیال پیدا ہوا۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر لاہور آ گئے اور حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی اور حضرت مولانا احمد الدین بگوی سے تکمیل علوم کی۔ آپ کے برادرِ اکبر مولانا غلام رسول امرت سر میں قاضی اور سرکاری سکول کے اوّل مدرس تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اُن کی وفات کے بعد قاضی شہر مقرر ہوئے۔ بعدازاں سرکاری ملازمت ترک کر کے درس و تدریس اور خطابت میں مشغول ہو گئے۔ امرت سر میں مدرسہ تائیدالاسلام قائم کیا جس میں مولانا ثناء اللہ امرت سری بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا میر احمد اللہ کاشمیری ثم امرت سری (مولانا ثناء اللہ امرت سری کے استاد)، خواجہ احمد الدین امرت سری، عبید اللہ بسمل امرت سری، مولانا غلام اللہ قصوری (پروفیسر چیفس کالج لاہور و بانی رکن انجمن حمایتِ اسلام لاہور) اور مولانا ولی اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ مشہور تصانیف میں جواب الاستفسار، تحقیق الکلام، رسالہ اثناعشریہ، تذکرۃ الحق، القول المبین، مسئلہ تحریق قرآن، قصیدہ علیا، ترجمہ عقیدہ حمویہ، بالتسویہ فی ترجمہ قول السدید اور تفسیر قرآن (نامکمل) شامل ہیں۔ 16 شعبان المعظم 1306ھ/1889ء میں وفات پائی اور گورستان بلاکا سنگھ امرت سر میں دفن ہوئے۔[31]

مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری

آپ ریاست جموں و کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ریاست کے سکھ مہاراجہ کے مظالم سے تنگ آ کر دوسرے کشمیری مسلمانوں کی طرح آپ کے والدین بھی نقل مکانی پر مجبور ہو گئے اور لاہور آ گئے۔ آپ کی عمر ابھی پانچ سال تھی کہ چیچک کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اور بصارت زائل ہو گئی۔ مولانا احمد الدین بگوی اور مولانا غلام رسول قلعوی سے کسب علم کیا اور بادشاہی مسجد لاہور میں نائب خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کا حافظہ نہایت عمدہ تھا اور نہ صرف قرآن مجید بلکہ انجیل کے بھی حافظ تھے۔ آپ کو ردّ عیسائیت میں کامل عبور حاصل تھا۔ کئی معروف عیسائی پادریوں پادری فورمین (بانی ایف سی کالج لاہور)، پادری فونڈر اور پادری عماد الدین کو مناظرہ میں زیر

---

[30] بلال زبیری، تذکرہ اولیائے جھنگ، (جھنگ: ادبی اکیڈمی، طبع دوم، 1968ء)، 331-338۔

[31] حکیم محمد موسیٰ امرت سری، مولانا غلام العلی قصوری، مشمولہ: سہ ماہی بصائر، (مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الحق)، (کراچی: دائرۃ معین المعارف، جنوری 1963ء)، شمارہ: 1، ج: 2، ص: 37-54۔

کیا۔ بے پناہ مصروفیات کے باوجود ردّ عیسائیت پر کتابیں لکھیں جن پر آپ کے شاگرد رشید مولانا فقیر محمد جہلمی (مؤلف حدائق الحنفیہ) نے حواشی لکھے۔ مشہور تصانیف میں مباحثۂ دینی، صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان اور ابحاث ضروری شامل ہیں۔ 24 جمادی الاوّل 1296ھ/1879ء کو وفات پائی اور لاہور میں دفن ہوئے۔[32]

مولانا غلام قادر بھیروی

آپ 1265ھ/1849ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی اور حضرت مولانا احمد الدین بگوی سے مسجد حکیماں اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں کسب علم کیا۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور حضرت علامہ مفتی صدر الدین آزردہ، صدر الصدور دہلی سے تکمیل علوم کی۔ اس کے بعد لاہور واپس تشریف لائے اور اندرون بھاٹی دروازہ اونچی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ بیگم شاہی مسجد لاہور کی متولیہ مائی جیواں آپ کے علم و فضل سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی مسجد کا خطیب ومتولی مقرر کردیا۔ آپ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت اور اجازت وخلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی کے دورِ تولیت میں کچھ عرصہ دارالعلوم جامع مسجد بھیرہ میں تدریس بھی کی۔ بعدازاں اورئینٹل کالج لاہور میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، لیکن جلد ہی استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور سے منسلک ہوگئے اور دینی علوم کی تدریس پر تمام توجہ صرف کردی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا محمد عالم آسی امرت سری، مولانا نبی بخش حلوائی، مولانا غلام احمد حافظ آبادی (سابق صدر مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور) اور حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی (خلیفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) شامل ہیں۔ درجن کے لگ بھگ کتابیں اور رسالے لکھے جن میں اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا نصاب)، حقیقت انوارِ محمدیہ، نمازِ ضروری، نمازِ حضوری، شمس الحنفیہ، جوہرِ ایمانی، شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ، شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ 19 ربیع الاوّل 1327ھ/10 اپریل 1909ء میں وفات پائی اور بیگم شاہی مسجد لاہور میں مدفون ہوئے۔[33]

مولانا نبی بخش حلوائی

مفسر قرآن حضرت مولانا نبی بخش حلوائی 1276ھ/1860ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے ممتاز علما سے اکتسابِ علم کیا جن میں مولانا معوان حسین رام پوری (سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور)، مولانا غلام محمد بگوی (سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور)، مولانا محمد ذاکر بگوی، مولانا عبدالغفار شاہ کشمیری، مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا غلام دستگیر قصوری قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے معیشت کے لیے مٹھائی بنانے اور دودھ بیچنے کا کاروبار کیا، اس لیے آپ کو حلوائی کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا سید جماعت علی شاہ علی پوری سے بیعت ہوکر مجاز ہوئے۔ مشہور شاگردوں میں مولانا باغ علی نسیم اور پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی شامل ہیں۔ مولانا باغ علی نسیم

---

[32] شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، 1: 567-569؛ پروفیسر محمد اسلم، خفتگانِ خاکِ لاہور، (لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، 1993ء)، 474۔

[33] شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، 1: 326-330؛ محمد اسلم، خفتگانِ خاکِ لاہور، 477؛ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، 469-472۔

نے آپ کی یاد میں مکتبہ نبویہ قائم کیا جو کہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق طباعت واشاعت کی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ مشہور تصانیف میں تفسیر نبوی (پنجابی اشعار میں، ۱۵ جلدیں)، شفاء القلوب، الامتیاز بین الحقیقۃ والمجاز، جامع الشواہد، سبیل الرشاد فی حق الاستاذ، تحقیق الزمان فی آداب المشائخ والاخوان، قصص المحسنین، انواع نبوی، النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ وغیرہ شامل ہیں۔ 1365ھ /1945ء میں وفات پائی اور لاہور میں مدفون ہوئے۔[34]

مولانا محمد عالم آسی امرت سری

آپ 8 شعبان المعظم 1298ھ میں موضع راگھو سیدن، ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دار العلوم نعمانیہ لاہور میں داخل ہوئے اور وہاں مولانا مولانا غلام محمد بگوی (صدر مدرس)، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام احمد، مولانا مفتی عبید اللہ ٹونکی اور مولانا ابوالفیض محمد حسین فیضی سے مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی۔ شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ تکمیل علوم کے بعد دار العلوم نعمانیہ میں مدرس اور بعد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ لاہور سے امرت سر پہنچے اور مدرسہ نصرت العلوم میں ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ مدرسہ نصرت العلوم جب ایم اے او کالج ہوا تو وہاں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے اور بعد ازاں یہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں صاحبزادہ مولانا محمد عمر بیر بلوی، ڈاکٹر محمد حسن سابق شیخ الادب جامعہ اسلامیہ بہاول پور، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرت سری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مفتی محمد حسن (خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، مولانا حکیم فیروز الدین طغرائی، علامہ عرشی امرت سری، مفتی عبد العزیز مزنگوی، آغا خلش کاشمیری اور پروفیسر اسماعیل یوسف (بمبئی) شامل ہیں۔ تصانیف میں الکاویہ علی الغاویہ (ردّ مرزائیت) نہایت مشہور ہے۔ 28 شعبان المعظم 1363ھ/18 اگست 1944ء میں وفات پائی اور امرت سر میں دفن ہوئے۔[35]

مولانا مرزا محمد نذیر بیگ عرشی

مولانا عرشی 1884ء میں قصبہ دھنولہ، ریاست نابھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ حمیدیہ اور مدرسہ نعمانیہ لاہور سے تحصیل علم کیا۔ مدرسہ حمیدیہ میں مولانا محمد ذاکر بگوی کے شاگرد رہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کیا۔ اس کے علاوہ علم طب کی تحصیل بھی کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں دھنولہ میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے والد گرامی کی نسبت سے درس گاہ کا نام "مدرسہ کریمیہ" رکھا۔ 72 کے قریب کتابیں، رسالے، ترجمے اور حاشیے تحریر کیے، جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں اور باقی مسودات کی شکل میں پڑے رہے؛ تقسیم برصغیر کے ہنگاموں میں اکثر مسودات ضائع ہو گئے۔ علامہ عرشی نے مثنوی مولانا روم کی شرح مفتاح العلوم اکیس جلدوں میں تصنیف کی۔ مولانا ابوالسعد احمد خان نقشبندی سے 1931ء میں مالیر کوٹلہ میں

---

[34] شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، 1: 545-546؛ فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، 290-295۔

[35] محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت (فیصل آباد: سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، 1992ء)، 242-243۔

بیعت کی اور اپنے مرشد کے احوال وآثار "تحفہ سعدیہ" کے نام سے مرتب کیے۔ 1947ء کے ہنگاموں میں ہندو شرپسندوں اور سکھ بلوائیوں سے دست بدست لڑتے رہے اور آخر کار بمقام تلونڈی، ریاست نابھہ میں شہید ہوگئے۔[36]

مولانا محمد بخش مسلم

آپ 24 جمادی الاوّل 1304ھ/18 فروری 1887ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد ذاکر بگوی (م 1916ء)، مولانا اصغر علی روحی (م 1954ء)، مولانا غلام مرشد (م 1979ء) اور دیگر علما سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ روزنامہ "زمیندار" اور "سیاست" میں کام کیا۔ نہایت عمدہ خطیب تھے۔ خطابت کے علاوہ شاعری کے شغل کو بھی اپنائے رکھا۔ مسلم مسجد لوہاری گیٹ کی بنیاد، تعمیر اور تکمیل آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی اور تادمِ زیست اسی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد بیس سال تک ہفت روزہ "استقلال" لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ 1948ء میں جمعیت علمائے پاکستان کی تاسیس ہوئی تو آپ اس کے بانی رکن اور پہلے سیکرٹری نشر واشاعت بنے۔ متعدد اصلاحی کتابچے لکھے جن میں کتاب الاخلاق، آدمی کی انسانیت، تعلیم الاسلام، روزہ اور اس کا فلسفہ، غزوۂ بدر، مسلمانوں کی زبوں حالی، مظلوم قوم، ختم نبوت، خطباتِ نبوی، تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ اور جناح شامل ہیں۔ 17 فروری 1987ء میں انتقال ہوا اور اپنی تعمیر کردہ مسلم مسجد لاہور کے تہہ خانہ میں آسودۂ خاک ہوئے۔[37]

مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگوی

آپ موضع چانگانوالی (جلال پور جٹاں) میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں مولانا محمد عالم آسی امرت سری اور مدرسہ حمیدیہ، انجمن حمایتِ اسلام لاہور میں مولانا محمد ذاکر بگوی سے کسب علم کیا۔ اس کے بعد مولانا کریم بخش اور ان کے صاحبزادے پروفیسر مولانا فضل میراں کی خدمت میں دس برس رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ تکمیل علوم کے بعد لاہور میں مستقل رہائش اختیار کرلی اور جامع مسجد جنازگاہ اور جامع مسجد قلعہ مادھو، مزنگ میں خطیب رہے۔ حضرت پیر قربان علی شاہ (ضلع جالندھر) کے مرید تھے۔ آپ سے سیکڑوں تشنگانِ علم نے کسب فیض کیا۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سوانح سرکارِ دوعالم، نسب نامہ رسول مقبول، مسائل زکوٰۃ، احکامِ قربانی، مسائل نمازِ جنازہ، اربعین عزیزی اور ترجمہ مشکوٰۃ شریف خاص طور پر مشہور ہیں۔ 30 رجب المرجب 1383ھ/16 دسمبر 1963ء میں وفات پائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔[38]

---

[36] مرزا نذیر بیگ عرشی، تحفہ سعدیہ، ترتیب وحواشی: مولانا محبوب الٰہی، (کندیاں، میانوالی: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، 2015ء)، 31-39۔

[37] محمد صادق قصوری، تحریکِ پاکستان میں علماء ومشائخ کا کردار، (لاہور: تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ، 2008ء)، 399-401؛ محمد اسلم، خفتگانِ خاکِ لاہور، 498۔

[38] فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، 336-339؛ شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، 1: 232-233۔

مولانا غلام مرشد

آپ 1895ء میں انگہ، ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور میں دینی نصاب مکمل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔لاہور میں مولانا غلام رسول گجراتی (صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی اور مولانا محمد ذاکر بگوی (صدر مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور) سے کسب علم کیا۔ علم معقولات کے لیے مولانا معین الدین اجمیری سے استفادہ کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے سندِ حدیث حاصل کی اور مولانا محمود الحسن دیوبندی سے بیعت ہوئے۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف اور دارالعلوم نعمانیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔لاہور میں اونچی مسجد بھاٹی دروازہ، کناری بازار مسجد اور سنہری مسجد میں سالہاسال درس قرآن دیا جو بہت مقبول ہوا۔ تحریکِ خلافت اور جمعیت علمائے اسلام میں سرگرمِ عمل رہے۔ 1935ء میں علامہ محمد اقبال کی تحریک پر انجمن اسلامیہ لاہور نے آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب مقرر کردیا۔ یہ سلسلہ 1966ء تک جاری رہا۔اس دوران تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا اور انتخابی جلسوں میں خطاب کرتے رہے۔ مزاجاً معتدل اور درس و تقریر کے آدمی تھے۔1979ء میں لاہور میں وفات پائی اور آبائی گاؤں انگہ میں دفن ہوئے۔[39]

مولانا خواجہ خان محمد، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں شریف

آپ 1920ء میں موضع ڈنگ، ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد خواجہ عمر، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان نقشبندی، بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں شریف کے چچازاد بھائی تھے۔ مولانا خان محمد نے ابتدائی تعلیم خانقاہ شریف میں حاصل کی اور اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ، بھیرہ میں داخل کروادیے گئے۔ وہاں آپ نے متوسطات عربیہ کی تحصیل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت تشریف لے گئے اور وہاں مولانا حافظ عبدالرحمن امروہوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا عبدالعزیز کیمبل پوری جیسے اساتذہ سے کسب علم کیا۔1362ھ میں حدیث و تفسیر کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور وہاں شیخ الحدیث مولانا اعزاز علی سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ خانقاہ سراجیہ واپس لوٹ کر اپنے مرشد گرامی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان نقشبندی سے روحانی منازل طے کیں اور ان کی دامادی کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ مرشد گرامی کی وفات کے بعد آپ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔آپ نے تحریکِ ختم نبوت 1953ء میں بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر، مرکزی امیر اور جمعیت علمائے اسلام کے نائب امیر اور سرپرست اعلیٰ بھی رہے۔ 5 مئی 2010ء کو ملتان میں وفات پائی اور 6 مئی کو خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں شریف میں مدفون ہوئے۔[40]

خلاصۂ تحقیق

علمائے بگہ نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں وسطی و شمالی پنجاب میں اپنی تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں کے ذریعے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے لاہور، بگہ اور بھیرہ میں علمی مراکز قائم کیے اور اپنی محنت و لگن اور لیاقت و قابلیت سے علما و مدرسین

---

[39] انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، 3: 614-615۔

[40] نذیر بیگ عرشی، تحفہ سعدیہ، 403-432۔

کی ایک ایسی کھیپ تیار کی، جس نے متحدہ پنجاب میں ملت اسلامیہ کی تعلیم وتربیت اور اصلاح احوال کے لیے بڑا کام کیا۔ان کے ادارے پنجاب میں دینی تعلیم کی بہترین درس گاہوں میں شمار ہوتے تھے۔حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر فقیر عزیز الدین مرحوم کی درخواست پر لاہور تشریف لے گئے اور وہاں فقیر خاندان کے زیر تولیت بازار حکیماں کی لال مسجد میں بیس برس تک علم حدیث کا درس دیا۔آپ کے درس میں پنجاب بھر سے طلبہ حاضر ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔بعد میں جب آپ واپس بگہ شریف تشریف لے گئے تو وہاں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔پنجاب میں علم حدیث کی اشاعت میں آپ اور آپ کے برادرِ اصغر مولانا احمد الدین بگوی کا بڑا حصہ ہے۔مولانا احمد الدین بگوی نیلا گنبد لاہور کی مسجد میں درسِ حدیث دیتے رہے۔ بعد میں یہ درس "مدرسہ رحیمیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔جب آپ بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب تھے تو وہاں بھی کثیر تعداد میں طلبہ نے آپ سے اکتساب علم کیا۔بعد ازاں آپ نے جامع مسجد شیر شاہی بھیرہ میں درس وتدریس کا آغاز کیا تو طالبانِ علوم دینیہ وہاں حاضر ہونے لگے۔دونوں محدث بگوی برادران کی متحدہ پنجاب میں علوم دینیہ کے فروغ کے لیے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔مولانا غلام محمد بگوی لاہور کے معروف مدرسہ نعمانیہ میں بطورِ مدرس اور صدر مدرس طویل عرصہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس دوران کثیر علما وطلبہ نے استفادہ کیا۔مولانا محمد ذاکر بگوی انجمن حمایت اسلام لاہور کے مدرسہ حمیدیہ میں صدر مدرس تھے اور سالہا سال تک مولوی فاضل کے طلبہ کو پڑھاتے رہے۔مولانا عبدالعزیز بگوی نے جامع مسجد بھیرہ میں اپنے چچا جان حضرت مولانا احمد الدین بگوی کے قائم کردہ مدرسہ کا انتظام سنبھالا اور اسے وسعت دی۔اس ادارہ میں بہترین اساتذہ کا تقرر کیا جس سے یہ ادارہ پنجاب میں امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔بعد ازاں مولانا ظہور احمد بگوی نے اسے باقاعدہ دارالعلوم کی شکل دی اور اس کی تجدید، توسیع اور ترقی کے لیے ضروری اقدامات کیے۔اب یہ ادارہ دارالعلوم عزیزیہ کہلانے لگا اور اسے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس میں قابل قدر تعلیمی، نصابی اور عمارتی اضافے کیے گئے۔متعدد مقامات پر اس کی شاخیں قائم کی گئیں۔علوم وفنون کی تدریس کے لیے مایہ ناز اہلِ علم واساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں اور طلبہ کو علمی ماحول فراہم کرنے کے لیے اس میں شاندار کتب خانہ اور دارالمطالعہ قائم کیا گیا۔یوں اس ادارہ نے پنجاب کی دینی وعلمی درس گاہوں میں قابل قدر مقام حاصل کیا۔اگر ہم علمائے بگہ کے تلامذہ کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو اس میں ہمیں متحدہ پنجاب کے معروف علما ومشائخ کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے، جنھوں نے آگے چل کر تعلیم وتدریس اور دعوت وارشاد کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ان میں ہر فرد ایک روشن ستارے کی مانند ہے جس نے معاشرے میں جہالت کے خاتمے اور علم کے فروغ کے لیے قابل قدر کردار ادا کیا۔علمائے بگہ کے ان تلامذہ میں مدرس ومعلم بھی تھے اور محدث وفقیہ بھی، مبلغ ومناظر بھی تھے اور کثیر التصانیف مصنف بھی، اہل شریعت بھی تھے اور اہل طریقت بھی، شاعر وادیب بھی تھے اور مقرر وخطیب بھی۔الغرض پنجاب کی دینی تعلیم کی روایت میں علمائے بگہ کی شاندار تدریسی خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔